قرآن وحدیث کی روشنی میں
تکریم فاطمہ سلام اللہ علیہا

THE DIGNITY OF HAZRAT FATIMA (a.s)
(From the viewpoint of the Quran and Tradition)

Dr. Sajjad Ali Raeesi
Dr. Sh. M. Hasnain

Abstract:
No doubt the dignity and propriety of the Prophet's descendants is the duty of all Muslims. Likewise, there is no doubt that Hazrat Fatima Zahra (as) is the daughter of Holy Prophet and she is the head of the women of the all worlds (Here & Hereafter). Fatima Zahras' position is so high that you are an obvious sample of Surah "Al-Kusar". After all, your respect is as the respect to Holy prophet (PBUH) and your humiliation is equivalent to the humiliation of the Holy Prophet. This essay discusses the essence of the dignity and respect towards Hazrat Fatima (as), in the light of your Quran and Sunnah.
Keywords: *Prophet (as), Descendants, Hazrat Fatima (as), Dignity.*

خلاصہ
پیغمبر اکرم ﷺ کی اولاد کی تعظیم و تکریم سب مسلمانوں پر فرض ہے اور اس میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے رسول اکرم ﷺ کی بیٹی اور عالمین کی عورتوں کی سردار ہونے میں بھی کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ سورہ مبارکہ "الکوثر" کا واضح مصداق ہیں۔ بنابریں، آپ کی تعظیم و تکریم گویا خود رسول خدا ﷺ کی تعظیم و تکریم ہے اور آپ کی توہین، رسولخدا ﷺ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔ مقالہ ہذا میں آپ قرآن و سنت کی روشنی میں آپ کی تعظیم و تکریم کے لزوم پر بحث کی گئی ہے۔
کلیدی الفاظ: رسول اکرم ﷺ، اولاد، حضرت فاطمہ زہرا (س)، تعظیم۔

اولاد رسول ﷺ کی تکریم

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: حقّت شفاعتی لمن أعان ذریّتی بیده ولسانه وماله۔ یعنی: "جس نے میری اولاد کی اپنے ہاتھ، زبان اور مال سے مدد کی اس کے لئے میری شفاعت تحقق پا چکی ۔" نیز منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: من أکرم أولادی فقد أکرمنی۔ یعنی: "جس نے میری اولاد کی تکریم کی گویا اس نے میری تکریم کی ہے۔" ایک اور حدیث میں منقول ہے: أیما رجل صنع إلی رجل من ولدی صنیعه فلم یکافئه علیها فأنا المکافئ له علیها یعنی: "جس نے میری اولاد میں سے کسی کے ساتھ نیکی کی اور میری اولاد نے اسے کوئی بدلہ نہ دیا تو میں اسے اس کی نیکی کا بدلہ دوں گا۔ایک اور حدیث میں منقول ہے کہ فرمایا: من وصل أحدا من أهل بیتی فی دار الدنیا بقیراط کافیته یوم القیامة بقنطار۔ یعنی: "جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ ایک قیراط کی بھلائی کی میں قیامت کے دن اس کے ساتھ ایک خزانہ بھلائی کروں گا۔"[1]

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "قیامت کے دن منادی ندا دے گا: اۓ لوگو! خاموش ہو جاو کہ محمد ﷺ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ لوگ خاموش ہو جائیں گے تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر فرمائیں گے: "لوگو! اگر کسی کا مجھ پر کوئی فرض ہو، اگر کسی کی میرے ساتھ کوئی اچھائی ہو، اگر کسی کا مجھ پر کوئی احسان ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے بدلہ دوں۔" لوگ جواب دیں گے کہ ہمارے ماں، باپ آپ پر فدا! بھلا ہمارا آپ پر کیا فرض، نیکی یا احسان ہو سکتا ہے؟ بلکہ تمام مخلوقات پر فرض، نیکی اور احسان تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کا ہے۔اس پر آپ ﷺ فرمائیں گے: "ہاں! جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کو پناہ دی، یا کسی کے ساتھ نیکی کی، یا کسی بے لباس کو لباس پہنایا یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے بدلہ دوں۔" یہ سن کر وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جنہوں نے ایسا کیا ہو گا۔ اتنے میں بارگاہ ربوبی سے آواز آئے گی: "اۓ محمد! اۓ میرے حبیب! میں نے ان لوگوں کا بدلہ آپ پر چھوڑا ہے۔ انہیں جنت میں جہاں چاہو، ٹھہرا دو۔" اس پر آپ ان لوگوں کو ایک ایسے مقام پر ٹھہرائیں گے جہاں ان کے اور محمد و اہل بیت محمد علیہم السلام کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو گا۔"[2]

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تکریم

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں اولاد رسول ﷺ کی تکریم کی اہمیت اجاگر ہو چکی ہے۔ اولاد رسول کا وہ مصداق جس کے اولاد اور اہل بیت رسول ﷺ ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔آپ کی فضیلت میں قرآن مجید میں متعدد سورتیں اور آیات موجود ہیں۔ سورہ دہر، سورہ الاحزاب آیت

33 و56، سورہ الشوری آیت 23، سورہ آل عمران آیت 61 کی تعبیر و تشریح میں خصوصیت کے ساتھ آپ کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ رسولخدا ﷺ کی وہ اولاد ہیں جس کی بشارت خداوند تعالیٰ نے آپ کو سورہ مبارکہ "الکوثر" میں دی ہے۔ بنابریں، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تکریم، اولاد رسول ﷺ کی تکریم کا سب سے اظہر و اکمل مصداق ہے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت و رفعت اور آپ کی تعظیم و تکریم کے وجوب پر امت مسلمہ میں مکمل اتفاق پایا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت بعثت کے پانچویں سال 20 جمادی الثانی 3 کو مکہ المکرمہ میں ہوئی۔ آپؑ نے بہت زیادہ عمر نہیں پائی بلکہ کم عمری میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ آپ کی رحلت کی تاریخ کے حوالے سے مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاریخ میں آپ کی کم از کم عمر آٹھارہ اور زیادہ سے زیادہ چوبیس سال لکھی گئی ہے۔ زیادہ تر مورخین نے آپؑ کی عمر مبارک چوبیس سال لکھی ہے۔ 4 دراصل، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے بابا کی رحلت کے بعد ہمیشہ اتنے غم و اندوہ میں رہیں۔ جیسے کہ شیخ طوسی لکھتے ہیں: "رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات میں جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے مجروح ہونے اور کچھ مدت تک بیمار رہنے کے بعد آخر کار حضرت فاطمہ زہرا سن 11 ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔"[5]

آپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دختر نیک اختر اور کائنات کی عظیم تر خاتون ہیں۔ آپ کائنات کی وہ عظیم خاتون ہیں جنہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے کائنات کی سیدہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اکثر بنیادی کتب احادیث میں نقل ہوئی ہے۔ جیسے کہ صاحب بحار الانوار نے حدیث کو یوں نقل کیا ہے۔ "أنّ رسول الله قال: فاطمة سيدة نساء العالمين من الأولين والآخرين، وإنّها لتقوم في محرابها فيسلم عليها سبعون ألف ملك من المقربين، وينادونها بما نادت به الملائكة مريم فيقولون: يا فاطمة إنّ الله اصطفاك وطهرك واصطفاك على نساء العالمين"[6] یعنی: "رسول اللہ نے فرمایا: "فاطمہ اولین وآخرین کی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک جب آپ محراب میں کھڑی ہوتی ہیں تو ستر ہزار مقرب ملائیکہ آپ پر سلام بھیجتے اور آپ کو ویسی ندا دیتے ہیں جیسی مریم کو دی۔ لہٰذا ملائیکہ کہتے ہیں: "اے فاطمہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتخاب کیا ہے اور آپ کو پاکیزگی عطا کی ہے اور آپ کو تمام جہانوں کی عورتوں پر برتری دی ہے۔" صحیح بخاری میں یہ حدیث یوں نقل ہوئی ہے: "اما ترضين ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة او نساء المؤمنين فضحكت لذلك"[7] یعنی: "آیا آپ اس پر راضی نہیں کہ اہل جنت کی عورتوں یا مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں! تو آپ اس پر ہنسیں۔" یہی وجہ ہے کہ آپ کی سیرت نہ صرف خواتین کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے نمونہ عمل ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی اپنے متعدد فرامین میں آپ کی عظمت و رفعت کو بیان کرتے ہوئے آپ سے محبت کو خدا سے محبت اور آپ سے نفرت کو خدا سے نفرت قرار دیا ہے۔"ان الله يغضب لغضبك و يرضى لرضاك"بے شک خدا آپ کے غضبناک ہونے سے غصے میں آتا ہے اور آپ کی خوشنودی سے خوش ہوتا ہے۔"[8] الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس سے ملتی جلتی ایک اور روایت کو اکثر محدثین نے لکھا ہے: "فاطمه بُضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُرِيْبُنِيْ مَا اَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا اٰذَاهَا "[9] یعنی: "حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میرا ٹکڑا ہے جس نے انہیں ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا اور ایک روایت میں ہے جو چیز انہیں پریشان کرے مجھے پریشان کرتی ہے اور جو انہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے۔ بنابریں، آپ ﷺ کی احادیث سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خوشی اور غم درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی خوشی اور غم ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی تعظیم و تکریم اس حد تک لازم ہے کہ مستند روایات کی روشنی میں اگر کوئی آپ کی شان میں لفظاً، اشارتاً یا کنایتاً بھی توہین کرے تو وہ شخص نہ صرف گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ یہ اس کے لئے کفر کا باعث بھی ہے۔ حضرت صائم چشتی "مواہب اللدنیہ میں" رقم طراز ہیں کہ: سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ زہرا سلام علیہا کو حضور سرور عالم ﷺ نے بضعۃ (اپنا ٹکڑا) فرمایا۔ کہ جس سے ایک مراد گوشت کا ٹکڑا ہے اور اِسی سے امام سہیلی نے استدلال کیا ہے کہ چونکہ سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا امام الانبیاء ﷺ کے گوشت کا ٹکڑا ہیں اس لئے آپ کی شان میں گستاخی کرنا کفر صریح ہے۔"[10]

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے جو بعض مورخین اور علماء نے پیش کیا ہے کہ جب آپ رحمت اللعالمین ﷺ کی بضعہ، ٹکڑا اور لخت جگر ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؑ کسی پر غضبناک ہوں یا کسی کو بددعا دیں۔ کیونکہ آپ اس عظیم باپ کی بیٹی ہیں جن کو قبیلہ دوس نے جسمانی تشدد کرکے اتنا زخمی کیا کہ خون سے نعلین مبارک بھر گئے لیکن آپ دعا دیتے نظر آئے: اَللّٰهُمَّ اهدِ دَوسا۔ یعنی: "اے اللہ قبیلہ دوس کی ہدایت فرما"۔[11] لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی دختر نیک فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کسی کو بددعا دیں؟ اس سوال کے جواب میں یہ یاد رہے کہ عفو و درگزر سے پیش آنا آپ ﷺ کی ایک اہم صفت ضرور ہے لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر عام و خاص کو آپ ﷺ کی توہین کی اجازت دے دی جائے۔ نیز اس سوال کا جواب تلاش کرنے سے پہلے بددعا کا مفہوم بیان کرنا ضروری ہے۔ یہ تاثر غلط ہے کہ بددعا الفاظ میں دی جائے تو تب اس کا اثر ہوتا ہے۔ بددعا دی نہیں جاتی بلکہ بددعا ایک حسی ملکہ ہے جو کسی بھی انسان کے دل دکھانے پر اثر دکھاتا ہے۔ اگر اولاد، والدین کے ساتھ احسان سے پیش نہ آئے اور والدین کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں

کا احساس نہ کرے اور والدین بھی علی الاعلان اپنی ناراضگی کا اظہار نہ کریں پھر بھی والدین کے ساتھ یہ برتاؤ بد دعا کا سبب بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بد بخت بیٹا ماں کو قتل کرنے کی غرض سے کنویں میں پھینک دے اور پھر اس خیال سے کہ ماں مر گئی ہے، اس کنویں میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کرے اور کنویں سے ماں شدت محبت میں آواز دے کہ میرے بیٹے پیچھے ہٹو کہیں کنویں میں گر نہ جانا تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ماں کی ایسے بیٹے کے حق میں دعا کا مطلب یہ ہے کہ بیٹا اب بھی لائق اور اور ماں کا عاق نہیں ہوا؟ یقینا ماں کی اس محبت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے بیٹے کا یہ سلوک اس کی دنیا و آخرت کی بربادی کا باعث نہ ہو۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ جو ان مقدس ہستیوں کو اذیت دیں اور ان کی توہین کریں جن کی اطاعت و فرمانبرداری امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہو اور اس کے بعد بھی ان لوگوں کی مغفرت ہو جائے؟ ایسے لوگوں کو اگر یہ ہستیاں بد دعا نہ بھی دیں تب بھی ان کو دنیا و آخرت میں رسوا ہونا پڑے گا۔

سیرت نبوی ﷺ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کرنے والے نہ صرف آخرت بلکہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہیں اور اسلامی ریاست قائم ہو تو ایسے لوگوں کو عملی طور پر سزائیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چونکہ حضرت محمد ﷺ رحمت للعالمین ہیں اس لئے کوئی جیسے چاہیے توہین کرے اس کو سزا نہیں دی جا سکتی ہے، انتہائی غلط اور بھیانک ہے۔ حضرت محمد ﷺ جب تک مکے میں رہے کسی کو عملی طور پر جرم کی سزا نہیں دی کیونکہ وہاں پر مشرکین مکہ کی حکومت تھی جس کی وجہ سے آپ کے احکامات کی تنفیذ ممکن نہیں تھی لیکن مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ایسے بہت سارے لوگوں کو سزائیں دی گئیں جو حضرت محمد ﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کے مرتکب ہوئے تھے۔ البتہ یہ سزائیں سب کو نہیں بلکہ مخصوص لوگوں کو دی گئیں۔ زیادہ تر معاندین اسلام کو معاف کیا گیا ہے۔ یقیناً رسول اکرم ﷺ ان عام لوگوں کو معاف کیا کرتے تھے جو مفسدین کی مکارانہ سازشوں کے شکار ہو کر دین اسلام کے مخالف ہوتے تھے لیکن کلیدی کردار ادا کرنے والوں کو مطلقاً معاف نہیں کرتے تھے۔ اس کا بین ثبوت فتح مکہ کے موقعہ پر ملتا ہے جب آپ نے عمومی معافی کا اعلان کیا وہیں پر کچھ مخصوص لوگوں کو سزائیں بھی دیں۔

صاحب الرحیق المختوم نے فتح مکہ کے واقعے کو یوں بیان کیا ہے: "قریش مسجد حرام میں صفیں لگائے کھچا کھچ بھرے تھے۔ انہیں انتظار تھا کہ آپ ﷺ کیا کرتے ہیں۔۔۔اس کے بعد آپ ﷺ فرمایا: قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ کریم ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (12: 92) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"[12]

لیکن فتح مکہ کے موقعہ پر جہاں ایک طرف عمومی معافی کا اعلان ہوا تو وہیں پر "فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اکابر مجرمین میں سے نو آدمیوں کا خون رائیگاں قرار دیتے ہوئے حکم دیا کہ اگر وہ کعبے کے پردے کے نیچے بھی پائے جائیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔"[13] آپ ﷺ کے اس حکم کے پر عمل کرتے ہوئے ان میں سے کچھ کو قتل بھی کیا گیا جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں کہ جنہیں سزائے موت دی گئی۔ مورخین کے نزدیک قتل ہونے والی خواتین رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ہجوانہ (توہین آمیز) کلام بکا کرتی تھی۔ لہٰذا سیرت مصطفیٰ ﷺ کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں لیکن جن افراد نے حضرت محمد ﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا انہیں آپ نے اپنی زندگی میں بھی معاف نہیں کیا بلکہ انہیں سزائیں دی ہیں۔

یہ حکم قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ عداوت رکھنے والے لوگوں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف لوگوں کو ابھارتے ہیں اور مقدسات کی توہین میں دوسروں کے مقابلے میں پیش پیش ہوتے ہیں وہ کسی صورت میں کسی چیز کا پاس رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ائمۃ الکفر یعنی کفر کے امام سے تعبیر کیا ہے اور آئمۃ الکفر کے قتل کا حکم دیا ہے " فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ۔"(9: 12) البتہ ہر خاص و عام کو انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ائمۃ الکفر کا تعین کرکے انہیں سزائیں دیں۔ شرعی اعتبار سے یہ حق صرف اور صرف حکومت وقت (بعض کے نزدیک صرف اسلامی حکومت) کو حاصل ہے کہ وہ ائمۃ الکفر کا تعین کرے اور انہیں سزائیں دینے پر عمل درآمد کریں۔ یہاں تک کہ حکومت وقت کو بھی ائمۃ الکفر کو سزائیں دینے میں شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

بنابریں، یہ دعویٰ ایک سراسر فکری انحراف ہے کہ رسول اکرم ﷺ رحمت اللعالمین ہیں اس لئے وہ ہر خاص و عام کو معاف فرماتے تھے جو ان کی اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کرتے تھے یا توہین کا سبب بنتے تھے۔ مکی زندگی میں رسول اکرم ﷺ کی توہین کا سبب بننے والے افراد جنہیں قرآنی اصطلاح میں "ائمۃ الکفر" کہا گیا ہے وہ مخصوص اور متعین افراد تھے، باقی لوگ ان کی مفسدانہ تبلیغ کے زیر اثر تھے۔ مشہور مورخ و سیرت نگار صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب الرحیق المختوم میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ قریش (ائمہ الکفر میں سے چھ) کے چند افراد خانہ کعبہ کے چبوترے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد الحرام کی طرف تشریف لائے اور جیسے آپ ﷺ سجدہ میں چلے گئے ابو جہل کے کہنے پر عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ اس سلسلے میں مشہور روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے موجود ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت آئی ہے۔ "عَنْ عَبْدِ اللهِ۔ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ يُصَلِّيْ فِي ظِلِّ

الْكَعْبَةِ ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَنُحِرَتْ جَزُورٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ ، فَأَرْسَلُوا فَجَاءُوا مِنْ سَلاَهَا ، وَطَرَحُوهُ عَلَيْهِ ، فَجَاءَتْ فاطمہ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ ، فَقَالَ۔ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ۔ لأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ ۔ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ فِي قَلِيبِ بَدْرٍ قَتْلَى ۔ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَنَسِيتُ السَّابِعَ ۔ وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ۔ وَقَالَ شُعْبَةُ أُمَيَّةُ أَوْ أُبَيٌّ ۔ وَالصَّحِيحُ أُمَيَّةُ۔[14] اس روایت کے مطابق ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کی سازش سے عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ پر حالت سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے آکر اوجھڑی کو اپنے بابا کی پیٹھ سے ہٹا دی اور ان بد بختوں کی طرف متوجہ ہو کر بد دعا کی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی (اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر) تین بار ان پر لعنت کی، (چبوترے میں بیٹھے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے۔ پھر آپ ﷺ نے نام لے کر بد دعا کی اے اللہ ابو جہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیّہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔

ابن مسعود روایت کرتے ہیں۔"قال عبد الله : فوالذی أنزل الکتاب ، لقد رأیتھم جمیعا یوم بدر فی قلیب واحد۔ یعنی: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے دیکھا کہ جن لوگوں کے نام رسول اللہ ﷺ نے گن گن کر لیے تھے۔ سب کے سب بدر کے کنویں میں مقتول پڑے ہوئے تھے۔"[15] اکثر مورخین اور محققین حیرت زدہ ہیں کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی جنگی تیاری بھی تھی، جنگ لڑنے کا تجربہ بھی تھا اور ارادہ بھی لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا جبکہ جنگ بدر اسلام کی پہلی جنگ ہے جو ہجرت کے دوسرے سال لڑی گئی ہے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم، جنگ لڑنے کی کوئی تیاری بھی نہیں، جنگی ساز و سامان بھی نہیں، جنگ لڑنے کا ارادہ بھی نہیں، جنگ لڑنے کا تجربہ بھی نہیں نیز مقابلے میں ایک تجربہ کار جنگجوؤں کی ایک کثیر تعداد اور پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور۔

اس تمام صورت حال کو مدّ نظر رکھا جائے تو یقین نہیں آتا ہے کہ اس گھمبیر صورت حال کے باوجود مسلمانوں کو کامیابی و نصرت نصیب ہو گئی ہو۔ معجزہ الٰہی سے ایک رات کے اندر اندر جنگ بدر کی ہیئت بدل گئی۔ مسلمانوں کے ظاہری اسباب میں بھی معجزہ الٰہی سے قدرے بہتری آئی۔ قرآن مجید میں جنگ بدر کے اس الٰہی معجزہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ مسلمانوں کو الٰہی تائید و نصرت سے کامیابی نصیب ہوئی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ الٰہی نصرت اور تائید کے اسباب اور وجوہات کیا تھے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے اس واقعے پر غور کریں تو یہ بات

عیاں ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دختر نیک کے ہمراہ جن چھ لوگوں کو بد دعا دی تھی وہ چھ کے چھ لوگ جنگ بدر میں اپنے لشکر کی قیادت (ائمۃ الکفر) کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس انداز میں اپنے نبی ﷺ کا دفاع کیا ہے یہ جنگ بھی اسی کا ایک عملی نمونہ ہے۔ مورخین نے لکھا ہے ان چھ میں سے پانچ افراد (ائمہ الکفر) جنگ بدر میں واصل جہنم ہوئے ایک شخص عقبہ بن ابی معیط زندہ گرفتار ہوا۔ جنگ بدر سے واپسی پر راستے میں اسے بحکم رسول مقبول ﷺ اپنے انجام کو پہنچایا گیا۔ رسول اکرم ﷺ عام طور پر قیدیوں کے قتل کا حکم صادر نہیں فرماتے۔ جنگ بدر میں ستر سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار قیدی بنے تھے ان میں سے صرف دو قیدی نضر بن حارث اور عقبہ ابن ابی معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ یہ دونوں افراد انہی میں سے تھے کہ جب عقبہ بن ابی معیط نے رسول اکرم ﷺ پر حالت سجدے میں اوجھڑی ڈالی تو یہ شخص چبوترے میں بیٹھ کر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ نیز عقبہ بن ابی معیط کو اکسانے میں بھی ان کا ہاتھ تھا۔

ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ "إِذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّفْرَاءِ (2) قُتِلَ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ، قَتَلَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَمَا أَخْبَرَنِي بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ أَهْلِ مَكَّةَ، ثُمَّ خَرَجَ حتَّى إِذَا كَانَ بِعِرْقِ الظُّبْيَةِ (3) قَتَلَ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ۔ قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: فَقَالَ عُقْبَةُ حِينَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِ: فَمَنْ لِلصِّبْيَةِ يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ " النَّارُ " وَكَانَ الَّذِى قَتَلَهُ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ أَبِي الْأَقْلَحِ أَخُو بَنِى۔ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَمَا حَدَّثَنِى أَبُو عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ. وَكَذَا قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ فِي مَغَازِيهِ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلَّم لَمْ يَقْتُلْ مِنَ الْأُسَارَى أَسِيرًا غَيْرَهُ. قَالَ وَلَمَّا أَقْبَلَ إِلَيْهِ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ. قَالَ: يَا مَعْشَرَ قريش علام أقتل من بين من ههنا؟ قَالَ عَلَى عَدَاوَتِكَ اللهَ وَرَسُولَهُ. وَقَالَ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا أَمَرَ النَّبِيّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ عُقْبَةَ قَالَ: أَتَقْتُلُنِي يَا مُحَمَّدُ مِنْ بَيْنِ قُرَيْشٍ؟. قَالَ: " نَعَمْ! أَتَدْرُونَ مَا صَنَعَ هَذَا بِي؟ جَاءَ وَأَنَا سَاجِدٌ خَلْفَ الْمَقَامِ فَوَضَعَ رَجْلَهُ عَلَى عُنُقِي وَغَمَزَهَا فَمَا رَفَعَهَا حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّ عَيْنَيَّ سَتَنْدُرَانِ، وجاء مرة أخرى بسلاً شَاةٍ فَأَلْقَاهُ عَلَى رَأْسِي وَأَنَا سَاجِدٌ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَغَسَلَتْهُ عَنْ رَأْسِي"[16]

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے تمام قیدیوں کو نہیں صرف ان دو کے قتل کا حکم کیوں صادر فرمایا۔ اس کی بنیادی اور اہم وجہ یہی نظر آتی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو گھر سے نکلنے اور سر بازار آنے پر مجبور کیا۔ جس کی وجہ سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ان پر سخت غضبناک ہوئیں۔ چبوترے میں بیٹھے چھ میں سے پانچ ائمہ کفر کی لاشوں کو جنگ بدر کے روز ایک گندے کنوے میں پھینکنے کا حکم دیا گیا نیز دو قیدی

بنے تھے جن کو راستے میں سزائے موت دی گئی جس کا تذکرہ ہو چکا۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عربی ﷺ کو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے اس قدر محبت ہے کہ جن لوگوں نے شہزادی کے بابا کو اذیت پہنچائی اور ان کی توہین سے دوچار ہو کر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو گھر سے باہر نکلنے اور عوام الناس کے مجمع میں آنے پر مجبور کیا اور جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ناراضگی کے موجب بنے تو رب ذوالجلال نے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا پورا پورا بدلہ لیتے ہوا ان بد بختوں کو جنگ بدر میں ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔
یاد رہے کہ کفار قریش حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد حضرت محمد ﷺ کی توہین میں سینے چوڑے ہو گئے تھے۔ جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے بابا جان کو دی جانے والی اذیت و توہین سے نہ صرف پریشان رہتی تھی بلکہ آنسو بہاتی رہتی تھی۔ایک موقعہ پر حضرت محمد ﷺ اپنی بیٹی سے کہتے ہیں۔ لا تبکی یا بنیة فان الله مانع ابیك۔[17] یعنی: " میری بچی! رومت! اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔"
نتیجہ تحقیق: یہ کہ مستند روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اکرم ﷺ کا احترام بنی نوع انسان پر واجب ہے۔ عالم انسانیت کی سعادت دارین حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تعظیم و تکریم میں پوشیدہ ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا کی شان میں توہین کرنا درحقیقت، اللہ اور اس کے رسول کی شان میں توہین ہے اور ایسا کرنے والے دنیا و آخرت میں ملعون اور سزا کے مستحق ہیں۔ کیونکہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اذیت دینا دراصل رسول مقبول ﷺ کو اذیت دینا ہے: "فاطمه بَضْعَةٌ مِنّی،فمن ابغضها فقد ابغضنی۔[18] فاطمہؑ میرا جزء لاینفک ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ یہ حدیث الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بشمول صحاح ستہ تمام کتب احادیث میں نقل ہوئی ہے۔ جس کے مطابق فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رضا اور ناراضگی درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی رضا اور ناراضگی ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ حسین، الطباطبائی البروجردی؛*جامع احادیث الشیعة*؛ جلد: 16 (قم، منشورات مدینة العلم 1410ھ ق-1368ش)192۔
2 ۔ایضا: 4-193۔
3۔ الشیخ مفید، محمد بن محمد، *مسار الشریعہ فی مختصر تواریخ الشریعة*، تحقیق مہدی نجف (بیروت، دار المفید، 1414ھ) 54۔

4۔ جلال الدین، عبدالرحمٰن بن اِبی بکر، *السیوطی*، *تاریخ الخلفاء*، ج1 (بیروت، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، الطبعۃ الأولی، 1425ھ) 61۔

5۔ محمد بن حسن، طوسی، *مصباح المتہجد* (بیروت، مؤسسہ فقہ الشیعہ، 1411ھ) 793۔

6۔ محمد باقر، المجلسی، *بحار الأنوار*، ج43 (بیروت –لبنان، دار إحیاء التراث العربی، ندارد) 49۔

7۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*، الجامع الصحیح المختصر، کتاب المناقب، (بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، الطبعہ الثالثۃ، 1407) حدیث نمبر 3624۔

8۔ ابو بکر محمد بن الحسین بن عبداللہ، *البغصدادی*، ج5، (الریاض، دار الوطن، الطبعۃ الثانیۃ، 1420ھ) 212۔

9۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*، الجامع الصحیح المختصر، کتاب المناقب، (بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، الطبعہ الثالثۃ، 1407) حدیث نمبر 3767۔

10 صائم، چشتی، *البتول* (فیصل آباد، چشتی کتب خانہ، فروری 2013) 309۔

11۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *بخاری*، ج10 (بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، الطبعہ الثالثۃ، 1407) حدیث: 2720۔

12۔ صفی الرحمٰن، مبارک پوری، *الرحیق المختوم* (لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، مئی 2000ء) 551۔

13۔ مبارک پوری، *الرحیق المختوم*، 561

14۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*، ج10 (بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، الطبعہ الثالثۃ، 1407) 424، حدیث: 2943۔

15۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*، کتاب الوضوء باب اذالقی علی المصلی بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، الطبعہ الثالثۃ، 1407) ندارد۔

16۔ اِبو الفداء إسماعیل بن عمر، *ابن کثیر*، البدایۃ والنہایۃ، ج3 (بیروت، دار إحیاء التراث العربی، الطبعۃ: الأولی 1408ھ) 372۔

17۔ محمد حسین ھیکل، *حیات محمدؐ*، مترجم حیدر علی (کراچی، مولجی لطٰہ عالمگیر روڈ، شرف آباد، ندارد) 220۔

18۔ احمد بن شعیب الخراسانی، *النسائی*، حققہ اِحادیثہ: حسن عبد المنعم شلبی، ج7 (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی، 1421ھ) 394، حدیث: 8313۔

کتابیات

1) البخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، الطبعہ الثالثۃ، 1407۔

2) ابن کثیر، اِبو الفداء إسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، الطبعۃ: الأولی 1408ھ۔

3) البغصدادی، ابو بکر محمد بن الحسین بن عبداللہ، الریاض، دار الوطن، الطبعۃ الثانیۃ، 1420ھ۔

4) السیوطی، عبد الرحمٰن بن اِبی بکر، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، بیروت، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، الطبعۃ الأولی: 1425ھ۔

5) المجلسی، محمد باقر، بحار الأنوار، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، ندارد۔

6) النسائی، اِحمد بن شعیب الخراسانی، حققہ اِحادیثہ: حسن عبد المنعم شلبی، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاُولی، 1421ھ۔
7) البکری، محمد علی بن محمد، دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، بیروت: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ: الرابعۃ، 1425ھ 2004م۔
8) صائم چشتی، البتول، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، فروری 2013۔
9) طوسی، محمد بن حسن، مصباح المتہجد، بیروت، مؤسسہ فقہ الشیعہ، 1411ھ۔
10) مفید، محمد بن محمد، مسار الشریعہ فی مختصر تواریخ الشریعۃ، تحقیق مہدی نجف، بیروت، دار المفید، 1414ھ۔
11) مبارک پوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، مئی 2000ء۔
12) محمد حسین ھیکل، حیات محمد، مترجم حیدر علی، کراچی: مولجی لطا عالمگیر روڈ، شرف آباد، ندارد۔